AL-ILM Journal

Volume 6, Issue 1

ISSN (Print): 2618-1134
ISSN (Electronic): 2618-1142

Issue: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/
URL: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/

Title موجودہ دور میں اسلامی طرز سیاست سے انحراف کے اسباب واثرات

Author (s): Muhammad Sohail
Dr Muhammad Atif Aslam Raoo

Received on: 20 May, 2021
Accepted on: 05 June, 2022

Published on: 10 June, 2022
Citation: English Names of Authors, "Mojooda Door Main Islami Tarz e Siyasat Sy Inhiraf ky Asbaab wa Asraat", AL-ILM 6 no 1(2022):228-243
Publisher: Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot

موجودہ دور میں اسلامی طرز سیاست سے انحراف کے اسباب واثرات

محمد سہیل*

ڈاکٹر محمد عاطف اسلم راؤ**

Abstract

Islamic law is, undoubtedly, the universal and last law. It is a complete code of life. It tackles all sorts of issues of humanity. Islamic law also provides directions with respect to legislative issues like politics, the important sector of human society. Through politics, the profits of the society are organized, the needs of different sections of the society are met, the objectives of Shari'ah i.e. religion, life, wealth and lineage and intellect etc. are protected. The principles and rules of human relations are formulated by tolerating Islamic law. Islam has its specific thought and disposition which is different from all other thoughts in the world. The present political system in Islamic countries like Pakistan follows the Western ideology and is mingled up with Islamic law. Two spirits can't converge in the form of Islam at the same time. In such a case, Islam loses its true colour. Therefore, Islam must be presented to the world in its true spirit and colour. The present study discusses the causes and effects of deviation of the current political framework from the Islamic political order.

Keywords: Islamic law, Legislative, Shrai`ah, Ideology, Deviation

تمہید

کسی بھی معاشرہ کے لیے تین عناصر بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ 1۔ افکار 2۔ اشخاص 3۔ اشیا۔ جب اشخاص اور اشیا صحیح افکار کے حصار میں ہوں تو معاشرہ عروج پاتا ہے، لیکن اگر افکار اشخاص اور اشیا کے تابع ہو جائیں تو معاشرہ روبہ زوال ہوتا ہے۔ کسی بھی معاشرہ میں غلبہ کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ 1۔ اخلاقی غلبہ۔ یعنی ایک قوم اپنی فکری قوتوں، تخیلات، نظریات، تہذیب وثقافت اور علوم وفنون میں اس قدر ترقی کرلے کہ دیگر اقوام اس قوم کو قابل تقلید نمونہ سمجھیں 2۔ سیاسی غلبہ۔ سیاسی غلبہ یہ ہے ایک قوم اپنی مادی قوتوں کی بنا پر دیگر اقوام پر غلبہ حاصل کرلے۔

---

*پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اصول الدین، جامعہ کراچی

**اسسٹنٹ پروفیسر ڈپارٹمنٹ آف اسلامک لرننگ، جامعہ کراچی

سابقہ کام کا جائزہ

ریاست ایک جامع لفظ ہے اور ہر دور میں یہ کسی نہ کسی خاص شکل میں رائج رہی اور ہے اور ہر زمانہ کے اہل علم لوگوں نے سیاست کی ہر شکل پر علمی کام کیا ہے جن میں سے چند ایک قابل قدر کام یہ ہیں۔

1۔ خلافت اسلامیہ (بزبان عربی)، جمال احمد السید مجاد المرا کبی، جامعہ قاہرہ مصر 1414ھ

2۔ اسلام اور سیاسی نظریات، مفتی تقی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 2010ء

3۔ اسلامی سیاست، مولانا گوہر رحمٰن، مکتبہ تفہیم القرآن، مردان، 2017ء

4۔ اسلامی ریاست، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور 2020ء

ان درج بالا کتب میں اسلامی اور غیر اسلامی سیاسی نظریات پر سیر حاصل گفتگو موجود ہے جس سے ان کتب کی افادیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

اسباب

اسلامی تاریخ اس مسلمہ حقیقت کی آئینہ دار ہے کہ اسلامی سیاست نظریاتی ہے دور نبوی میں یہی دینی افکار و نظریات سیاست کو مضبوط کرتے تھے۔ اور انہیں عوام و خواص کے تعلقات کا محور بناتے تھے۔ اس دور کے اشخاص نظریہ اسلامی پر یقین رکھتے تھے اور ان کی اشیاء اس نظریہ کے گرد گھومتی تھیں۔ عصر حاضر میں اسلامی طرز سیاست ایک سرے سے دوسرے سرے تک داخلی و خارجی طور پر شکست سے دوچار ہے۔ ذیل میں ان اسباب کی نشان دہی کی جاتی ہے۔

داخلی اسباب

قرآنی تعلیمات اور حضرت محمد ﷺ کی رہنمائی میں جو مسلم معاشرہ وجود میں آیا۔ ہجرت کے بعد سیاسی طاقت حاصل کر کے جس ریاست کی شکل اختیار کی اس کی بنیاد آپ ﷺ نے الہامی تعلیمات پر رکھی تھی۔ اس ریاست کا اولین نظریہ یہ تھا کہ حاکمیت صرف اللہ کی ہے۔ اہل ایمان کی حکومت دراصل نیابت الہیٰ ہے۔ اللہ کے بندوں کو مطلق العنانی کے ساتھ کام کرنے کا حق نہیں ہے۔ بلکہ ان کو لازماً اس قانون خداوندی کے تحت رہ کر ہی کام کرنا چاہیئے جس کا ماخذ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

ترکت فیکم امرین لن تضلو ما تمسکتم بھا کتاب اللہ و سنت رسولہ (1) میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں جنہیں اگر تم تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ ہو گے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی

سنت۔ اگر ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کریں تو ہماری تمام مشکلات یکسر ختم ہو سکتی ہیں

ریاست مدینہ کی دوسری اہم بات عدل و مساوات کا قیام تھا۔ تمام مسلمانوں کے حقوق بلحاظ رنگ و نسل، زبان و وطن برابر قرار دیئے گئے۔ ان کے درمیان اخوت کا رشتہ استوار کیا۔ انما المؤمنون اخوۃ۔(2) مؤمن تو ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔ اس آیت میں یہ بات خوب واضح ہے کہ مؤمن ہمیشہ آپس میں بھائی رہیں گے اور ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کا خیال رکھیں گے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں اسلامی معاشرہ تمام تر قبائلی، نسلی، اور وطنی عصبتیوں سے بالاتر تھا، لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد عرب کی قبائلی عصبیتیں طوفان کی طرح اٹھ کھڑی ہوئیں تھیں خلفائے راشدین کا زمانہ مجسم اسلامی نظریہ تھا خلفاء اربعہ کامل اشخاص کو دعوت اسلامی کی نشر و اشاعت کے لیے باہر بھیجتے تھے۔ چناچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت بہت سے حکومتی اصول اور ریاستی نظم و نسق کے قواعد ایرانیوں سے اخذ کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیاست کا ایک بڑا اصول یہ تھا کہ وہ قدیم سلطنتوں اور حکمرانوں کے قواعد اور انتظامات سے واقفیت پیدا کرتے تھے اور ان میں سے جو چیزیں پسند کے قابل ہوتی تھیں ان کو اختیار کرتے تھے، خراج، عشور، دفتر، رسید کاغذاتِ حساب ان تمام انتظامات میں انہوں نے ایران اور شام کے قدیم قواعد پر عمل کیا جہاں کوئی نقص پایا اس کی اصلاح کر دی۔(3) اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایرانی طرز سیاست کی اچھائیوں کو اپنا سکتے ہیں تو ہمیں بھی اللہ کے پیارے رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے طرز سیاست کو اپنانا چاہیے۔

خلفائے راشدین کے بعد جب خلافت عصبیت کا شکار ہو کر ملوکیت میں داخل ہو گئی اور اسلامی قیادت کا زوال شروع ہو گیا تو اس تغیر کا آغاز اسی طرح ہوا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خدشہ تھا کہیں ان کے جانشین اپنے قبیلے اور اپنے اقرباء کے معاملے میں ان اقدار کو تبدیل نہ کر دیں جو آپ ﷺ کے زمانے سے ان کے زمانے تک چلی آرہی تھیں۔ داخلی اسباب درج ذیل ہیں۔

1۔ اس زمانے میں مسلمان نہ صرف عصبیت کا شکار ہوئے بلکہ متعدد فرقے وجود میں آئے۔ ان میں سب سے پہلے شیعان علی کا فرقہ وجود میں آیا۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وصی ہونے پر کامل یقین رکھتے تھے۔ اس لیے اسلام کے پہلے تین خلفاء کے منکر ہو گئے۔ حضرت فاطمہ کی اولاد کو اپنا امام تسلیم کرتے رہے۔ اسی طرح ہر فرقہ خود کو راہ راست پر اور فریق مخالف کو صحیح راستے سے بھٹکا ہوا سمجھتا ہے۔

2۔ اسلامی طرز سیاست سے دوری کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ مسلمانوں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آزادی سلب کر لی گئی ہے۔ حالانکہ اسلام میں مسلمانوں کا یہ صرف حق ہی نہیں بلکہ فرض قرار دیا گیا ہے اور اسلامی معاشرہ وریاست کا صحیح راستے پر چلنا اس پر منحصر ہے کہ قوم کا ضمیر زندہ اور اس کے افراد کی زبانیں آزاد ہوں۔ ہر غلط کام پر وہ بڑے سے بڑے آدمی کو ٹوک سکیں اور حق بات برملا کہہ سکیں، خلافت راشدہ میں لوگوں کی یہ آزادی پوری طرح محفوظ تھی۔ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اس بات کی نہ صرف اجازت دیتے تھے بلکہ اس پر لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے ان کے زمانے میں حق بات کہنے والے ڈانٹ اور دھمکی سے نہیں بلکہ تعریف اور تحسین سے نوازے جاتے تھے۔ اور تنقید کرنے والوں کو دبایا نہیں بلکہ ان کو معقول جواب دے کر مطمئن کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔(4) دور خلافت کے بعد امرأ اور سیاستدانوں نے عوام کی ضمیروں پر قفل چڑھا دیئے اور زبانیں بند کر دیں اور موجودہ دور میں یہی وطیرہ اسلامی ممالک بشمول پاکستان کے سیاستدانوں کا ہے۔

3۔ اسلامی سیاست سے انحراف کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آغاز ملوکیت سے ہی خلفا بنو امیہ وعباسیہ نے قیصر و کسریٰ کی طرز زندگی اختیار کر لی اور اس طریقے کو چھوڑ دیا جس پر نبی ﷺ اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ انہوں نے شاہی محلات میں رہنا شروع کر دیا۔ حاجب و دربان ان کے اور عوام کے درمیان حائل ہو گئے۔ رعیت کا براہ راست ان تک پہنچنا اور خود خلفا امیہ وعباسیہ کا اپنی رعیت کے درمیان رہنا سہنا اور چلنا پھرنا بند ہو گیا۔ اپنی رعیت کے حالات معلوم کرنے کے لئے وہ اپنے ماتحت کارپردازوں کے محتاج ہو گئے جن کے ذریعے کسی حکومت کو کبھی بھی صحیح صورت احوال کا علم نہیں ہو سکا اور رعیت کے لیے بھی ممکن نہ رہا کہ بلا توسط ان تک اپنی حاجات اور شکایات لے کر جا سکیں۔

4۔ اسلامی ریاست کے بنیادی قواعد میں سے ایک اہم قاعدہ یہ تھا کہ حکومت مشورے سے کی جاتی اور مشورہ ان لوگوں سے لیا جاتا جن کے علم، تقویٰ، دیانت، اور اصابت رائے پر امت کو اعتماد ہوتا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں قوم کے بہترین لوگ ان کے مشیر تھے جو دین کا علم رکھنے والے اور اپنے علم و ضمیر کے مطابق پوری آزادی کے ساتھ بے لاگ رائے دینے والے ہوتے تھے۔ پوری قوم کو ان پر یہ اعتماد تھا کہ وہ حکام کو کبھی غلط راستے پر نہ جانے دینگے۔ یہی لوگ امت کے اہل الحل والعقد تسلیم کیے جاتے تھے۔ مگر زمانہ ملوکیت سے یہ قاعدہ بھی تبدیل ہوا اور تاحال یہی روش جاری ہے۔ شوریٰ کی جگہ شخصی استبداد نے لے لی ہے۔ حق شناس اور حق گو اہل علم سے بادشاہ اور بادشاہوں سے یہ لوگ دور بھاگنے لگے ہیں اب حکمرانوں کے مشیر ان کے دوست، تجارتی شراکت دار، رشتہ دار، اور درباری لوگ ہیں نہ کہ وہ اہل الرائے اصحاب جن کی قابلیت اور

دیانت و امانت پر امت کو اعتماد تھا۔(5) درج بالا تمام امور دور حاضر کے مسلم ممالک میں کسی نہ کسی صورت میں موجود ہیں اور ان کی وجہ سے مسلم ممالک میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص جو بگاڑ پیدا ہو چکا ہے مستقبل قریب تک اس کا توڑ دکھائی نہیں دیتا۔

خارجی اسباب

جب کوئی قوم داخلی طور پر انتشار کا شکار ہو جائے اور حکام تعیش پسندی اور جاہ پسندی کی راہ پر چل پڑیں تو بیرونی طاقتیں اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس قوم میں شکست و ریخت کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اسلامی سیاست سے انحراف کے خارجی عوامل یہ ہیں۔

1۔ سیاست اسلامیہ کے متعلق خلفائے راشدین اور اصحاب رسول ﷺ کا متفق علیہ تصور یہ تھا کہ خلافت ایک انتخابی منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورے اور ان کی آزادانہ رضامندی سے قائم ہونا چاہیے موروثی یا طاقت سے بر سر اقتدار آنے والی حکومت سیاست اسلامیہ نہیں بلکہ بادشاہت ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس کی تشریح ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

ان الامرة ماؤ تمر فيها وان الملک ما غلب عليه بالسيف (6)"خلافت وہ ہے جسے قائم کرنے میں مشورہ کیا گیا ہو اور بادشاہی وہ ہے جس پر تلوار کے زور سے غلبہ کیا گیا ہو"۔ تلوار کے زور پر حاصل ہونے والی حکومت یا امارت ریاست ورعایا کو مستحکم کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ وہ خلوص، محنت اور مشقت جو کسی نظریہ یا فکر کی بنا پر رعایا کے لیے پیدا ہوتا ہے ،وہ ناپید ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ رعایا کی طرف سے عدم تعاون کی صورت میں نکلتا ہے۔

پانچویں صدی کے آخر میں خلافت عباسیہ کی حد درجہ کمزوری اور انحطاط اور پھر مختلف حکومتوں اور سلطنتوں میں عالم اسلام کے تقسیم ہو جانے سے یورپ کو حوصلہ ہوا۔ اسلام کا عروج جو یورپ کی نظروں میں ہمیشہ سے کھٹکتا رہا تھا اسے جب کبھی موقع ملا اس نے مسلمانوں کی سیاسی قوت و طاقت کا شیرازہ پراگندہ کر دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ خلافت بنی عباس کے دور اول میں رومیوں نے بار بار حملے کیے مگر ہر دفعہ انہیں منہ کی کھانی پڑی عالم اسلام کے مختلف حکومتوں میں تقسیم ہونے کے سبب یورپ کا حوصلہ بڑھا اور نئے سرے سے مسلمانوں کے مقبوضہ علاقوں پر اپنا تسلط قائم کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ چناچہ 478ھ میں اندلس کے علاقوں میں سے طلیطلہ اور دوسرے شہروں پر قبضہ کر لیا۔ پھر جزیرہ صقلیہ سے بھی مسلمانوں کو بے دخل کر دیا۔ مسیحی یورپ جو صدیوں سے اسلام سے خار کھائے بیٹھا تھا کہ مسلمان اس کی پوری مشرقی سلطنت پر قابض تھے اور ان کے

تمام مقدس مقامات ان کے قبضے اور تولیت میں تھے لیکن طاقتور اسلامی سلطنت کی موجودگی اور ہمسایہ مسیحی سلطنت پر ان کی مسلسل پیش قدمیوں کی بنا پر اس کو حملہ کرنے کا حوصلہ نہ تھا۔ لیکن پانچویں صدی ہجری اور گیارہویں صدی عیسوی کے آخر میں ایسے حالت و اسباب پیش آئے کہ یورپ کے صلیبی سپاہیوں نے شام اور فلسطین کا رخ کیا ان کی فوجیں سیلاب اور طوفان کی طرح پھیل گئیں۔ 492ھ میں صلیبیوں نے یروشلم کو فتح کر لیا۔ چند سال کے اندر فلسطین کا بڑا حصہ ان کے تصرف میں آگیا۔ صلیبیوں نے بیت المقدس کے نشہ میں سرشار ہو کر مجبور مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک کیا ان کا ذکر ایک ذمہ دار مسیحی مؤرخ ان الفاظ میں کرتا ہے:

"بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ پر صلیبی سپاہیوں نے ایسا قتل عام مچایا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان صلیبیوں کے گھڑ سوار جب مسجد عمر میں داخل ہوئے تو ان کے گھٹنے تک خون کے چشمے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ بچوں کی ٹانگیں پکڑ کر ان کو دیوار سے دے مارا گیا ان کو چکر دے کر فصیل سے پھینک دیا گیا"۔(7) بیت المقدس کی آزادی وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ایک خواب بنتی جارہی ہے اور وہاں کے عوام مسلسل ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں۔

2۔ اس طرح مشرق میں جب مغربی اقوام تاجر اور پھر فاتح بن کر آئے تو یہاں عرصے سے اخلاقی انحطاط شروع ہو چکا تھا۔ اسلامی اور مشرقی تہذیب روبہ تنزل تھی سارا عالم اسلام مشرق سے مغرب تک اس کی لپیٹ میں تھا۔ اس کی یقیناً وجہ وہ مسلسل صلیبی جنگیں اور تاتاریوں کے حملے بھی ہو سکتے ہیں کہ چنگیز خان تاتاری کے حملے میں جتنا انسانی خون بہا اور تہذیب و تمدن اور علم و حکمت کی جس قدر بربادی ہوئی اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

3۔ مسلمانوں کو اپنے ماضی کے تمام تہذیبی اور علمی سرمائے سے محروم کر دیا گیا۔ دوسری طرف ان ملکوں میں ایسے معاشی و اجتماعی حالات پیدا ہو گئے کہ ان کی موجودگی میں قوم کی فکری توانائیاں شل ہو کر رہ گئیں۔ بعینہ یہی کچھ وسط ایشیا، ایران، ایراق، افغانستان، اور ہندوستان میں ہوا۔ ہندوستان چنگیز خان اور ہلاکو خان کے عذاب سے تو بچ گیا مگر تیمور کے ہاتھوں اس پر کافی تباہی آئی۔ تہذیب کی وہ شمع جو بغداد میں روشن ہوئی تھی جسے بخارا، ہرات، اور شمرقند میں ایک نئی زندگی ملے تھی ہمیشہ کے لیے بجھ گئی۔ وہ کتب خانے نہ رہے جن سے کسب علم ہوتا اور وہ لوگ نہ رہے جو کسب علم کرتے۔ اور وہ علمی و اجتماعی ادارے مفقود ہو گئے جن سے افراد تربیت پاتے تھے۔

4۔ سولہویں سترہویں صدی عیسوی میں جہاں یورپ اپنی لمبی نیند سے بیدار ہو رہا تھا وہیں مسلم ممالک تنزل، انحطاط، علمی پسماندگی اور جمود کا شکار ہو چکے تھے۔ علم و صنعت کے میدان میں مسلم ممالک کی پسماندگی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ سولہویں صدی عیسوی سے لیکر دور حاضر تک مسلم ممالک علوم وفنون اور سائنسی ایجادات میں غیر مسلم ممالک سے کوسوں دور ہیں۔۔ ایک فرانسیسی سیاح موسیو والنی نے اپنے سفر نامے میں لکھا:

"یہ ملک صنعت میں اس قدر پیچھے ہیں کہ اگر کوئی مشین خراب ہو جائے تو غیر ملکی کے علاوہ تمہیں کوئی درست کرنے والا نہیں ملے گا۔"(8)

مادی اسباب

اسلامی فلسفہ کے مطابق مذہب اسلام حالات کی پیداوار نہیں بلکہ اللہ تعالی نے انسان کے حالات کو ایک خاص طرز و طریق پر ڈالنے کے لئے نازل کیا ہے تا کہ انسان ہر طرح کے رنج و خوف سے نجات حاصل کر سکے۔ مادی لحاظ سے انسان کے رنج و خوف کے بنیادی اسباب اس کی مادی ضرورت کی عدم فراہمی ہیں۔

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (9) پھر اگر تمہیں میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں ان کے لیے کسی رنج اور خوف کا موقع نہ ہو گا"

1۔ اسلامی سیاست سے انحراف کی ایک وجہ دولت کی فراوانی اور مختلف تمدنوں اور قوموں کے اختلاط کا طبعی اثر ہے جس سے کوئی قوم بچ نہیں سکتی۔ اور یہ اختلاط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے جب اسلام نے جزیرۃ العرب سے لے کر ایران و روم کی سرزمین میں قدم رکھا، شروع ہو گیا تھا مگر اس وقت تک مسلمانوں میں اسلامی روح پوری طرح موجود تھی۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلامی سادگی کے تحفظ میں بڑا اہتمام فرماتے اور اسلام کے محافظ و نگہبان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بھی موجود تھے جو کسی بیرونی اثر کو گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے اس دوران میں دوسرے قوموں کے اختلاط کے اثرات ظاہر نہیں ہونے پائے لیکن جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا ،دوسری قوموں کے اثرات پھیلتے گئے اور جب خلافت ملوکیت موجودہ طرز سیاست میں تبدیل ہوئی تو شاہانہ اطوار و انداز نے بیت المال کو قومی امانت کی بجائے حکمرانوں کی ملکیت بنا دیا۔(10) عصر حاضر میں حکمرانوں کی زندگیاں قیصر و کسریٰ کے نمونہ پر ہیں۔ اول تو بیت المال کا کوئی تصور موجود ہی نہیں ہے لیکن اگر بالفرض یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ بیت المال موجود ہیں تو ان کی آمدنی کا کثیر حصہ حکمرانوں کے قرابت داروں، نوکروں، سیاسی شعبدہ بازوں پر وظائف، انعام و اکرام، جاگیروں اور املاک کی صورت میں صرف ہو جاتا ہے۔

2۔ شاعروں، گویوں اور مسخروں کی سرپرستی ہونے لگی ہے، حاجت مندوں اور مفلس و نادار لوگوں کے وظائف بالکل ختم کر دیے گئے ہیں۔ حکمران اپنے شاہانہ اخراجات پورے کرنے کے لیے غریب عوام پر طرح طرح کے ناجائز ٹیکس آئے روز نافذ کرتے رہتے ہیں۔ ان دنیادار حکمرانوں نے قدیم بادشاہوں جیسی وضع قطع اور اطوار اپنا رکھے ہیں۔

3۔ جاہ وجلال، قدم وحشم اور قیصرانہ دبدبہ وصولت مروجہ سیاست کا طرہ امتیاز ہے۔ عوام اور حکمرانوں کے درمیان رابطہ ختم ہو کر رہ گیا ہے، مادہ پرستی بڑھ گئی ہے۔ اخلاقی اقدار کی بجائے حکمران ءاشیاء وزر کے گرد گھومنے لگے ہیں۔ ذاتی جاگیروں اور مال ودولت کی ہوس مسلسل بڑھتی جارہی ہے۔

4۔ مسلمان حکمران شادی بیاہ کی رسموں پر بے دریغ خرچ کرتے ہیں یہ بے جا اسراف مسلمان فرمارواؤں کے خور دونوش میں بھی ہوتا۔ امرأ اور سیاستدانوں کے دسترخوانوں پر کئی اقسام کے کھانے ہوتے ہیں (11)۔ محلات (فارم ہاؤسز جیسا کہ سرے محل وغیرہ) کی تعمیر میں نہ صرف اضافہ ہورہا ہے بلکہ اس میں بہت اسراف کا مظاہرہ ہوتا ہے ان شاہ خرچیوں کی وجہ سے مسلمان اقصادی طور پر کمزور ہوگئے ہیں۔ جو پیسہ ملک کی تعمیر وترقی پر خرچ ہونا چاہیے وہ ذاتی آسائشوں پر صرف ہونے لگا ہے جس کا نتیجہ آپس میں افتراق اور خانہ جنگی کی صورت میں رونما ہوا ہے

5۔ محاصل کی کثرت اور حکمران طبقے کے فائدے کی صوابدیدی حکومت، دونوں نے زراعت اور صنعت و حرفت کی کمر توڑ دی۔ حکمران طبقہ جتنا دولتمند ہوتا جارہا ہے اسی نسبت سے عوام کی غربت بڑھتی جارہی ہے۔ بڑی ریاستوں کے اندر چھوٹی ریاستیں بنتی جارہیں ہیں۔(12)

اثرات

1۔ مسلمانوں کے عروج وزوال کے سلسلے میں یہ تاریخی حقیقت ذہن نشین رہے کہ رسول ﷺ کی وفات کو ابھی پورے سو سال بھی نہ گزرے تھے کہ مشرق میں سندھ سے لے کر مغرب میں فرانس کی حدود تک یہ سارے ممالک آپ ﷺ کے نام لیواؤں کے زیر نگیں آگئے۔ اس عالمی سلطنت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے ایک عالمی کلچر اور تہذیب کو بھی جنم دیا۔ جسے پروان چڑھانے میں اس وقت معلوم دنیا کی سب قوموں اور سب تہذیبوں نے کم وبیش حصہ لیا، اس عالمی کلچر کا مرکز بغداد تھا۔ جس کے سرچشمے صدیوں تک دنیائے اسلام کے دور دراز حصوں کو سیراب کرتے رہے۔ بغداد کا سنگ بنیاد 760ء میں رکھا گیا اور اس کے فورا بعد ہی اسے مسلمانوں کے عالمی کلچر کی مرکزیت حاصل ہوگئی۔ 1258ء میں تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد بالکل تباہ ہوگیا اور عالمی کلچر کی وہ شمع جو تقریبا500 سال تک کبھی بڑی تابانی اور کبھی دھیمے انداز میں روشن رہی ہمیشہ کے لئے بجھ گئی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ یورپی قوموں کے ان حملوں کی شدت اور وسعت بڑھتی گئی اور مسلمان قوموں کی حالت اسی نسبت سے کمزور ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ جب1914ء کی پہلی جنگ عظیم ختم ہوئی تو روئے زمین پر کوئی بھی ایسا اسلامی علاقہ نہ رہا جس پر کسی نہ کسی یورپی طاقت کا بالواسطہ یا براہ راست قبضہ نہ ہو چکا ہو۔ اسلامی دنیا کے زوال کا شاید یہ آخری نقطہ تھا(13)

3۔ مسلمان قیادت سیاسی لحاظ سے کمزور ہو گئی۔ اور اس کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ ہر سیاسی طاقت کی اساس اخلاقی و معنوی تہذیب ہوتی ہے۔ اور جب کسی قوم کی اخلاقی اور معنوی تہذیب کو زوال آجائے تو اس کی سیاسی طاقت کا روبہ زوال ہونا یقینی ہے۔

4۔ مسلمان ریاستیں لسانی اور وطنی لحاظ سے مختلف نسلوں اور قوموں پر مشتمل ہیں ان میں سے کچھ ملک ایسے ہیں جن کے مسلمان باشندے اس ملک کے اصل اور قدیم باشندے ہیں۔ یہ ملک ایشیا اور افریقہ کے ہیں ان ملکوں میں سے کوریا اور جاپان میں اسلام پچھلی نصف صدی کے آخر میں پہنچا، لیکن یہاں بھی مسلمان اقلیت میں ہیں۔ اکثریت مقامی باشندوں پر مشتمل ہے ایشیا اور افریقہ کے ان ملکوں میں مسلم معاشرے کی اصل روح رواں غیر ملکی مسلمان نہیں بلکہ مقامی مسلمان ہیں۔

5۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ عرب جو اسلام کے اولین علمبردار تھے ان کی اکثریت یورپ اور امریکہ میں اپنے اسلامی کردار کو فراموش کر چکی ہے۔ ایک زمانہ تھا مسلمان جہاں جاتے وہاں اسلام کی شمع روشن ہو جاتی تھی لیکن اب ایسی مثالوں کی کمی نہیں کہ یورپ اور امریکہ پہنچ کر ان کی ایک تعداد نے اسلام کی شمع بجھانی شروع کر دی۔ اور ان کی نسلوں کی نسلیں مرتد ہو گئیں اور مسیحی مذہب اختیار کر لیا خاص طور پر جنوبی امریکہ میں دینی لحاظ سے سب سے بری حالت شمالی افریقہ (لیبیا، تیونس، الجزائر اور مراکش) کے عربوں کی اور سب سے اچھی حالت شام اور لبنان کے مسلمانوں کی ہے۔ ایک مراکشی مفکر لکھتے ہیں: "فرانس میں اتنی بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود مسلمانوں کی دینی حالت خراب ہے چند مدرسوں کے علاوہ کوئی دینی مدرسہ بھی نہیں اور مسجدیں بھی بہت کم ہیں"۔(14)۔ عرب مالی لحاظ سے آج بھی خوش حال ہیں لیکن دینی اور اخلاقی لحاظ سے یہ ممالک انتہائی پسماندگی کا شکار ہیں جس کی وجہ سے ان ممالک پر مغربی تسلط بہت زیادہ ہے اور رجال کار پیدا نہیں ہو رہے۔

جغرافیائی اثرات

نبی آخر الزمان ﷺ نے ساتویں صدی کے آغاز میں جغرافیائی لحاظ سے حجاز کی سرزمین سے اس روشنی کو پوری دنیا کے لئے عام کیا اور مدینہ میں دس سال کی کاوش سے تقریباً 15 لاکھ مربع کلومیٹر کی اسلامی ریاست قائم کر دی آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے براہ راست تربیت سے تیار شدہ افراد نے آپ ﷺ کے اختیار کردہ طریق کار کے مطابق خلافت راشدہ کی صورت میں، اسلامی ریاست کا نظام چلایا جو تقریباً تیس سال پر محیط ہے۔ خلافت راشدہ کے تیس سال نہ صرف اسلامی تاریخ عالم میں ایک سنہری دور کے طور پر ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے بلکہ یہ اسلامی فلاحی ریاست، بعد میں ایک ہزار سال پر محیط نظام سیاست اور تمدن کی بنیاد بنی جو آج تک

درخشندہ تہذیب کے طور پر بے مثال ہے (16)۔ خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں کا طویل اور وسیع نظم مملکت اگرچہ مثالی نہیں رہا مگر اسلامی ریاست کے بنیادی خدوخال کو جب بھی کسی مسلمان حکمران نے خلافت کے اصول و نظم کے مطابق قائم کیا تو عروج کا سفر طے کیا اور جب انحراف کیا تو اسلامی ریاست بکھرتی چلی گئی۔

معاشرتی و تہذیبی اثرات

نظریہ اسلام کا بنیادی مقصد ایک ایسی قوم وجود میں لانا تھا جسے پوری انسانیت کی قیادت سونپی جاسکے اور اسے جہالت کی گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکالا جاسکے۔ آج اس کے برعکس یہ قوم اللہ کی طرف سے تفویض کردہ منصب قیادت کا بلند مقام چھوڑتی جارہی ہے اور قیادت کا فریضہ ادا کرنا بھول کر گمراہی کے صحراؤں اور منحوس اندھیروں میں بھٹکتی چلی جارہی ہے۔

1۔ اقوام عالم پر صدیوں سے تہذیبی، ثقافتی اور تمدنی طور پر حکومت کرنے والی قوم آخر کار مغلوب ہو کر رہ گئی۔ مسلم تہذیب نے یورپ کے تمام ممالک میں اپنے اثرات چھوڑے اور اسلام کے اعلیٰ وارفع پیغام کو پوری کائنات میں پہنچا کر اسکی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ انسانی زندگی کا کوئی پہلو چاہے وہ سیاسی ہو یا مذہبی، معاشرتی ہو یا معاشی، تعلیمی ہو یا تہذیبی، اسلام کی برکات سے محروم نہ رہا۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی مذہب پر گرفت اتنی مضبوط نہ رہی ایمان اور عمل صالح سے ان کا ناطہ کمزور ہونے لگا تو خالق کائنات نے اس قوم کے مادی اور روحانی زوال کا فیصلہ صادر فرمادیا۔ وہ اقدار جن کی بدولت مسلم قوم نے ترقی کی تھی آج ان اقدار اور روایات کو ان لوگوں نے اپنالیا تھا جن کا اسلام سے دور کا ناطہ بھی نہ تھا۔ انہوں نے ان اقدار کی بدولت اپنی مادی ترقی کو چار چاند لگا دئے۔ غیر مسلم اقوام کو انہی اقدار کے ذریعہ علمی و سیاسی غلبہ حاصل ہوا۔ اصول یہ ہے کہ جس قوم کے ہاتھ میں سیاسی باگ ڈور ہو اس کی مالا جپی جاتی ہے اس کے فرمان کو قانون اس کی سوچ کو عقل کامل اور اس کی تقلید کو راہ ترقی و نجات سمجھا جاتا ہے۔

2۔ امعاشرتی انتشار کے اثرات جو صلیبی حملوں سے پہلے دور میں اسلامی معاشرہ کو اپنی زد میں لے آئے وہ اس معاشرہ کے پورے وجود کو ملیامیٹ کرنے لگے۔ وہ ان اصولوں اور اقدار میں بھی آگئے جو فرد اور جماعت کے تعلق، ان کے رویوں اور سرگرمیوں کا تعین کرتی ہیں چنانچہ معاشرہ درست سوچ اور بالغ النظر قیادت سے محروم ہو گیا۔ لوگوں کی زندگی صحیح راہنمائی کے بغیر بسر ہونے لگی۔ اسلامی معیار نظروں سے غالب ہونے لگے اور حرص و شہوات کا غلبہ ہو گیا۔ اس چیز نے انسانی زندگی کے ہر میدان کو متاثر کیا اور اس میں خرابی پیدا کی۔ اس نے معاشرہ کے عناصر اور اس کی قوت مزاحمت کو اندر سے کمزور کر دیا اور شکست وریخت کا نشانہ بنادیا۔

3۔ فوج نے امراء اور وزراء کے نقش قدم پر چلنا شروع کر دیا جب ان کے امراء اور سلاطین کے درمیان فتنہ کھڑا ہوتا تو وہ اس فرصت سے فائدہ اٹھاتے اور شہروں، تجارتی مراکز اور گھروں کو لوٹتے۔

4۔ تاجروں نے قیمتوں میں اضافے کے طریقے ایجاد کر رکھے تھے یہ لوگ روزمرہ سامان اور غذائی ضروریات کی چیزوں کی مصنوعی قلت کے ذریعے عوام سے ناجائز فائدہ اٹھاتے۔ جہاں تک اخراجات کے وسائل کا تعلق ہے وہ امیروں اور عیاش لوگوں تک محدود تھے ان لوگوں کے لئے موسم گرما میں بیروت کے پہاڑوں سے صوف اور سن میں لپیٹ کر برف کے بلاک لائے جاتے تھے۔ وہ اپنی مسرتوں میں اس طرح لگے رہتے کہ بیان سے باہر ہے۔ ابن کثیر (م۔774ھ) نے ابو نصر احمد بن مروان الکروی والی بلاد بکر (م۔478ھ) کی شاہانہ شان وشوکت کے بارے میں بیان کیا ہے کہ

''اس کے پانچ سو مستقل دستے، پانچ سو خادم اور گویوں کی بڑی تعداد تھی جن میں سے ایک ایک پانچ پانچ ہزار دینار یا زیادہ میں خریدا گیا تھا۔ اس مجلس میں لہو لعب کے جو آلات آتے وہ قیمت میں دو لاکھ دینار کے قریب تھے"۔(16) یہ تو ایک صوبے کے گورنر کی دولت اور جائیداد کا حال ہے اور اگر مروانی خلفا کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ جیسے ہی اقتدار میں آتے ان کا مطمع نظر فقط اپنی تجوریاں بھرنا ہوتا تھا۔

5۔ ہمارے معاشرہ کی اخلاقی پستی کا یہ عالم ہے کہ اب دولت مند افراد نے سلاطین، والیوں اور اعلیٰ حکام کی تقلید کرنا شروع کر دی ہے۔ اکثر مذہبی واعظین بھی اسی ڈگر پر چل رہے ہیں۔ یہ لوگ وعظ میں ایک اسلوب کی تبلیغ کرتے اور اپنے گھروں میں دوسرے اسلوب کی زندگی گزارتے ہیں۔

ابن جوزی (م-597ھ) اور ابن کثیر نے ایسی مذہبی شیوخ کے بارے میں کہا ہے

''ایسے افراد عدلیہ اور اوقاف کے مناصب پر فائز ہوتے وہ افراد رشوتیں لیتے تھے، آلات موسیقی اور ریشمی قالین جمع کرتے تھے۔ امت مسلمہ کی وحدت کا مفہوم مفقود ہو گیا ہے۔ اس کی جگہ عصبیت، قبائلیت، علاقائیت اور فرقہ بندی نے لے لی۔ یہاں تک کہ شہر کے محلوں کے مابین بھی عصبیت آگئی۔ ان خرابیوں میں لہو ولعب اور اخلاقی انحطاط بھی شامل ہے۔ جہاں تک دینی سرگرمیوں کا تعلق ہے وہ شعائر اور عبادات کی ادئیگی تک محدود ہو گئیں اور تعلقات و معاملات میں دینی توجیہہ کے آثار معدوم ہو گئے"۔(17) یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب کوئی قوم معاشی طور پر مضبوط ہوتی ہے اس وقت سیاسی اور تعلیمی میدانوں میں بھی اس کے نظریات دوسری اقوام کے لئے قابل قبول ہوتے ہیں اور اسی طرح قوم کے معاشی انحطاط کے ساتھ ساتھ سیاسی، تعلیمی اور سماجی انحطاط کا عمل بھی شروع ہو جاتا ہے۔

معاشرتی رویے بھی عادات کی تعمیر و تشریح میں اہم کردار ادا کرتے ہیں ترقی یافتہ اقوام کے فیشن، ان کا انداز نشست وبرخاست، ان کی معاشرت بھی دوسری اقوام کو متاثر کرنے کا باعث بنتی ہیں(18) دوسروں کی عادت واطوار کو اپنا کر آج ہم خوشی محسوس کرتے ہیں اور اس پر فخر بھی ہے اس کی وجہ ہماری فکری و ذہنی غلامی ہے۔ معاشرے کا غالب طبقہ تہذیب جدید کے اعمال اور رویوں کو اپنا رہا ہے۔

حکومت وفرمانروائی اور غلبہ کی دو قسمیں ہیں ایک فکری واخلاقی غلبہ اور دوسرا سیاسی ومادی غلبہ، پہلی قسم کا غلبہ یہ ہے کہ ایک قوم اپنی فکری قوتوں میں اتنی ترقی کر جائے کہ دوسری قومیں اس کے افکار پر ایمان لے آئیں اس کے تخیلات، معتقدات اور نظریات دماغوں پر چھا جائیں اور مغلوب اقوام غالب قوم کے سانچے میں ڈھلنا شروع کر دیں۔ تہذیب اس کی تہذیب ہو، علم اس کا علم ہو اس کی تحقیق کو اعلیٰ وارفع سمجھا جائے اور ہر وہ چیز باطل ٹھہرائی جائے جس کو وہ باطل ٹھہرائے۔ دوسری قسم کا غلبہ یہ ہے کہ ایک قوم اپنی مادی طاقتوں کے اعتبار سے اتنی قوی ہو جائے کہ دوسری قومیں اپنی سیاسی ومعاشی آزادی کو برقرار نہ رکھ سکیں اور کلی طور پر یا کسی نہ کسی حد تک وہ غیر قوموں کے وسائل ثروت پر قابض اور ان کے نظم مملکت پر حاوی ہو جائے۔(19)اسلامی معاشرتی اقدار کے مغلوب ہونے کے بعد جدید تہذیب زندگی پر اس طرح چھائی کہ معاشرتی زندگی کا کوئی شعبہ اس سے محفوظ نہ رہ سکا یہ ایسا زہر ہے جو معاشرتی زندگی کے رگ وپے میں سرائیت کر گیا۔ مغرب سے مرعوبیت کے باعث اسے قبول کرنے میں اس کے مفید اور مضرت رساں اثرات پر غور تک نہیں کیا ان فلسفوں کو بلا چوں چراں قبول کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی معاشرت اختیار کرنے میں بھی واضح کامیابی محسوس کی۔ ان کے طرز معاشرت کو اپنا آئیڈیل سمجھا اور خدا اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طرز معاشرت کو کم تر دیکھنا شروع کر دیا۔ یہ اس زہر کا اثر ہے کہ آج مسلمان اسلامی رسوم کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس طرز معاشرت کے اختیار کرنے والے کو قدامت پسند کا نام دیا جاتا ہے جس کا تذکرہ مولانا مودودی نے یوں کیا ہے۔

''انہوں نے اخلاقی مفاسد اور معاشرتی طور طریقے ہم پر مسلط کئے اور اس طرح مسلط کئے کہ ان کے ہاں تقرب کا مقام اور تقدم کا شرف ان لوگوں کے لئے مخصوص رہا جو اخلاق میں ان کے قرین ہیں اور معاشرت میں ان کے ہم رنگ ہوں یہی چیز اثر ورسوخ اور معاشی خوشحالی اور مادی ترقی کی ضامن تھی۔ اس لئے رفتہ رفتہ ہمارے اونچے طبقے اور ان کے پیچھے متوسط طبقے اس رنگ میں رنگتے چلے گئے اور آخر میں تصاویر، سنیما اور ریڈیو وغیرہ نے یہ وبا عوام تک پھلائی''(20)۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ایک صدی کے اندر اندر ہم پھسلتے پھسلتے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ ہمارے ہاں مخلوط تعلیم کا رواج گوارہ کیا جارہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمارے اندر بھی وہی خامیاں درآئی ہیں جو مغرب میں خوبیوں کے نام سے یاد کی جاتی ہیں جس چیز پر ولایتی لیبل لگا ہوا ہو چاہے وہ چیز کتنی ہی نکمی

اور انتہائی مضرت رساں ہو ہم بلا سوچے سمجھے اسے قبول کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے ہاں ان کی طرف دیکھ کر ہماری قوم کے متوسط اور نچلے درجے کے لوگ بھی اسی اندھی تقلید کا شکار ہو رہے ہیں۔

مسلمانوں نے یورپ کے نظریات کو اس طرح قبول کرنا شروع کر دیا کہ گویا ان کے اپنے نظریات کا وجود دنیا سے مفقود ہو گیا ہے مسلمانوں کے زوال کا اولین سبب یہ ہے کہ انہوں نے اس قرآن سے کنارہ کیا جو ان کے لئے راہ ہدایت ہے ان تعلیمات سے روگردانی کی جو ان کی فلاح و کامیابی کا راستہ متعین کرتی تھیں۔ احساس کمتری میں مبتلا مسلم قوم نے اپنے افکار و نظریات صرف اس لئے خیر باد کہہ دیئے کہ یہ رفتار زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ حالانکہ ان افکار و نظریات پر عمل پیرا ہونے والے افراد ماضی میں بھی کامران رہے اور فی زمانہ بھی کامیابی ان کے قدم چوم رہی ہے۔ صرف دین اسلام ہی ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لئے اسی میں ہدایت و رہنمائی ہے۔

جدید مغربی تہذیب نے اسلامی معاشرتی زندگی کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا۔ صاف ستھری معاشرتی زندگی کا دارومدار گھریلو زندگی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عائلی زندگی کو اسلامی تہذیب کا معیار قرار دیا ہے۔ آج ہمارے ہاں مغربی تقلید میں عائلی نظام زندگی درہم برہم ہوتا جارہا ہے۔ عورتوں مردوں بچوں اور بچیوں میں شہوانی آوارگی اور عیش پرستی کے رجحانات تیزی سے بڑھتے جارہے ہیں۔ جس کی وجہ سے گھریلو زندگی جہنم بن گئی ہے۔ خاندان کے جملہ افراد کے باہمی تعلقات انسانی سطح سے گر کر حیوانی سطح پر آگئے ہیں، نکاح کا مقصد بقائے نسل نہیں بلکہ حیوانی جذبات کی تسکین ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کے تحت ضبط تولید اور اسقاط حمل پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی جاتی ہے۔ باپ جذبات پدرانہ سے عاری ہیں اور مائیں جذبات محبت سے خالی ہیں اسی وجہ سے والدین بچوں کی پرورش، اچھی تربیت اور تعلیم دینے کو اپنے پر بوجھ سمجھتے ہیں آزادی نسواں کے نعرے کے تحت اسلامی پردہ کو رجعت پسند فعل قرار دیا جاتا ہے۔ یہ سب جدید تہذیب کے تلخ اثرات ہیں۔

خلاصۃ البحث

جدید مغربی اقدار اسلامی معاشرے کے ہر شعبہ پر اثرانداز ہوئی ہیں۔ ان جدید نظاموں کی چمک دمک سے مسلمان بہت مرعوب ہیں جس کا نتیجہ درج ذیل صورتوں میں ہمارے سامنے ہے۔

1۔ مسلمان خصوصاً نئی نسل قرآنی سیاسی تعلیمات، اسوہ رسول معظم ﷺ، اور خلافت راشدہ کے بہترین نظام سیاست کو بالکل بھول چکے ہیں۔

2۔ ملت واحدہ کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ عالم اسلام لسانی، علاقائی، نسلی اور فرقہ ورانہ تعصبات میں تقسیم ہو گیا ہے۔

3۔ موجودہ دور میں اہل حل وعقد، علماء اور بالغ النظر لوگوں کو جان بوجھ کر سیاسی عمل سے دور رکھنے کی کوشش صرف اس ڈر سے کی جاتی ہے کہ کہیں یہ اسلامی نظام کے لیے جدوجہد شروع نہ کر دیں۔

4۔ اجتماعی فلاح (سیاست عامہ) کا تصور ختم ہو کر رہ گیا ہے۔

5۔ مغربی تقلید باعث عار نہیں بلکہ باعث فخر سمجھی جانے لگی ہے۔

6۔ افکار کی بالادستی کی بجائے اشخاص اور اشیاء کی بالادستی کو اہمیت دی جانے لگی ہے۔

سفارشات

1۔ قرآنی سیاسی تعلیمات، اسوہ نبی کریم ﷺ سے نسل نو کو ہر حال میں آگاہ کیا جائے۔

2۔ عالم اسلام کو ہر قسم کے گروہی تعصبات سے باہر نکلنا ہو گا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اسلامی معاشرہ کے ہر فرد کو اپنا تعمیری کردار ادا کرنا ہو گا۔

3۔ اجتماعی مفاد عامہ کے لیے حکومت وقت میں اہل حل وعقد اور درد دل رکھنے والے لوگوں کو شامل کیا جائے۔

4۔ بے جا مغربی تقلید کے خول سے باہر نکلا جائے۔

5۔ اسلامی معاشرہ میں افکار کو اہمیت دی جائے۔

حوالہ جات

1۔ قشیری، مسلم بن حجاج، امام، صحیح مسلم، مکتبہ رشیدیہ دہلی، 1372ھ، 1 :397،

Al-Qusāhāri, Muslim Ibn Al-Hujjāj, *Sahih Muslim* (Maktabā Rashidiā Dehli 1372 AH), Vol 1, P:397.

2۔ الحجرات 49:10

Al- Hujurāt 49:10

3۔ شبلی نعمانی، علامہ، الفاروق، سنگ میل پبلشرز لاہور 1972ء، ص:309،

Shibli Numāni, Allamā, *Al- Fārooq*,(Sang e Meel Publishers Lahore 1972), P: 309.

4۔ ایضا، ص:310

Ibid, P: 310

5۔ ایضا

Ibid

6۔ ابن سعد، ابو عبداللہ محمد بن سعد، طبقات ابن سعد دار صادر بیروت 1960ء، 4:113

Ibn e Sāad, Abu Abdullāh Muhammad Bin Saād, *Tabaqāat Ibn e Saād* (Dar Saādir Beirut,1960), Vol4, Page 113.

انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا، جل 1 :62

Encyclopedia Britannicā , 1: 62

8۔ احمد امین، ڈاکٹر، زعماء الاصلاح فی عصر الحدیث، مکتبۃ الادب، قاہرہ، ص: 6

Ahmād Ameen, Doctor, *Zua`amā Ul Islah Fi Asr Al Hadith* (Maktabā Al-Adab Qahiārh), P: 6

9۔ البقرہ:2:38

Al-Baqārh, 2:38

10۔ ثروت صولت، دنیا میں مسلم اقلیتیں،، ناشر ادارہ معارف اسلامی کراچی 1990ء، ص:17

Sarwat Sulat, *Duniā Main Muslim Aqliyāten* (Idarāh Ma`arif e Islami Karachi,1990), P: 17

11۔ ابن کثیر، ابو الفدا عماد الدین دمشقی، البدایہ النہایہ، مکتبہ معارف بیروت، 12:87

Ibn e Kāthir, Abu Al Fidā, Imād ul Din, *Al-Bidayāh wa Al- Nihay*ā (Maktaba Ma`arif ,Beirut) 12: 87.

12۔ ایضا

Ibid.

13۔ ثروت صولت، دنیا میں مسلم اقلیتیں، ناشر ادارہ معارف اسلامی کراچی 1990ء، ص:18

Sarwat Suālt, *Dunia Māin Muslim Aqliyāten* (Idaārh Ma`arif e Islāmi Karachi,1990), P:18

14۔ ایضا، ص:19

Ibid, P: 19

15۔ ایضا

Ibid

16۔ ابن کثیر، ابو الفدا عماد الدین دمشقی، البدایہ النہایہ، مکتبہ معارف بیروت، 12، ص:87

Ibn e Kathir, Abu Al Fidā, Imād ul Din, *Al-Bidayāh wa Al- Nihay*ā (Maktabā Ma`arif ,Beirut) Vol 12, Page 87.

17۔ایضا،ص105 :

Ibid, 105

18۔ایضا،106

Ibid, 106

19۔ثروت صولت، دنیامیں مسلم اقلیتیں،ناشر ادارہ معارف اسلامی کراچی1990ءص:17

Sarwat Sulat, *Dunia Māin Muslim Aqliyteān* (Idarah Ma`arif e Islami Karachi,1990), P: 19

20۔مودودی،سید ابوالاعلیٰ، مسلمانوں کاماضی،حال اور مستقبل بحوالہ اسلامی ریاست،اسلامی پبلیکیشنزلاہور1964ءص:40.39

Al-Māudodi, Syed Abu Al-Aalā, *Muslamānon Kā M āzi H āl Aur Mustaqbil* (Islami Publications Lahore 1964) P: 39-40